

اس محبت کو "سے آخر شعر تک غم خوار کی مذمت سے واضح ہے کہ دلسوزی اور ہمدردی کا یہ طریقہ انتہائی ناراضی کا باعث ہوا۔ نہیں چاہتے تھے کہ ایسا ہو، مگر غم خوار کی بے حوصلگی نے کہیں کا نہ رکھا۔

۴۔ شرح : جب ہماری دفا اور ہمارے عشق کی کوئی قدر نہ ہوئی اور صرف سر بھوڑ کر مر جانا ہی باقی رہ گیا۔ تو اسے پتھر جیسے دل والے محبوب! بتا کہ تیرے ہی دروازے کے پتھر سے کیوں ٹکرائیں؟ جہاں کہیں موقع ملے گا، یہ بھی کر لیں گے۔

مطلب یہ کہ محبوب کے سنگِ آستاں سے جو بھی تعلق ہے اس کی بنیاد تو یہ ہے کہ عاشق کی وفاداری اور پُر خلوص عشق کا پاس و لحاظ کیا جائے۔ جب پاس و لحاظ ہی نہ رہا تو سر بھوڑنا باقی رہ گیا۔ اس کے لیے محبوب کے سنگِ آستاں کی تخصیص کیوں؟

مولانا طباطبائی فرماتے ہیں : "یہ شعر رنگ و سنگ ہیں گوہر شہوار ہے۔" مولانا نے شعر کے اس پہلو پر بھی بحث کی ہے کہ "سنگِ دل" کی جگہ "بیونا" کا لفظ بھی آ سکتا تھا، لیکن میرزا نے سنگِ دل کو اس لیے ترجیح دی کہ یہ سنگِ آستاں سے قریب تھا اور بے دفا اس لیے نظر انداز کیا کہ وہ لفظ "دفا" سے دور ہو گیا تھا۔

۵۔ شرح : مولانا طباطبائی نے بجائے فرمایا ہے کہ ان دو مصرعوں میں اس قدر معافی سما گئے ہیں، جن کی تفصیل لطف سے خالی نہیں، مثلاً :

۱۔ لفظ "قفس" سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک پرندہ نشین سے جدا ہو کر قید ہو گیا ہے۔ یہ پورا ٹکڑا اصل شعر میں مفرد ہے۔ صرف لفظ "قفس" سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے۔

۲۔ اس پرندے نے باغ میں بجلی گرتے ہوئے دیکھی اور بہ حالت اسیری اسے تشویش ہوئی کہ خدا جانے، میرا نشین اجڑ گیا یا جل گیا۔ کمال یہ ہے کہ